جدید اردو صحافت کا معمار

QAUMI AWAZ

قومی آواز

سہیل انجم

جدید اردو صحافت کا معمار

قومی آواز

سہیل انجم

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ

ISBN: 978-9393785-28-2

نام کتاب	:	جدید اردو صحافت کا معمار: قومی آواز
مصنف	:	سہیل انجم
ناشر	:	سہیل انجم
زیر اہتمام	:	مولانا انجم فاؤنڈیشن 370/6A ذاکر نگر، نئی دہلی۔110025
قیمت	:	چار سو روپے (400/-) لائبریری ایڈیشن پانچ سو روپے (500/-)
تعداد اشاعت	:	پانچ سو
مطبع	:	روشان پرنٹرس، دہلی۔٦
سنہ اشاعت	:	2022
ملنے کے پتے	:	

☆مولانا انجم فاؤنڈیشن، 370/6A، ذاکر نگر، نئی دہلی۔110025

☆ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔٦

....

Jadeed Urdu Sahafat Ka Meamar: Qaumi Awaz

Suhail Anjum

370/6A, Zakir Nagar, Jamia Nagar, New Delhi-110025

M. 9818195929- 9582078862, sanjumdelhi@gmail.com

فہرست

حرفِ اول

پیش لفظ

تقدیم : پروفیسر اختر الواسع

مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے : جلال الدین اسلم

جدید اردو صحافت میں قومی آواز کی خدمات : ڈاکٹر سہیل وحید

☆**باب اول:** قومی آواز نئی دہلی ایڈیشن

قومی آواز (یادوں کے آئینے میں)

تذکرہ شعبۂ ادارت کے احباب کا

(موہن چراغی، شاہد پرویز، فرحت احساس، مولانا رحمت اللہ فاروقی، ظفر عدیم، سید اجمل حسین، انور یوسف، چندر بھان خیال، عبدالحئی خرم قیومی، سید منصور آغا، نایاب رحمان، خلیق اعظمی، نصرت ظہیر، منصور علی خاں کاردار، اشہر ہاشمی، احمد اللہ صدیقی، سعود اختر، ظفر الدین، نسیم عزیز، حسین اختر)

قومی آواز نئی دہلی کی کہانی : موہن چراغی کی زبانی

قومی آواز میں خبر چھپتی تو معتبر ہو جاتی: اشہر ہاشمی

☆**باب دوم:** قومی آواز لکھنؤ ایڈیشن

قومی آواز نے صحافتی اصول متعارف کرائے: عشرت علی صدیقی

قومی آواز اخبار نہیں ایک خاندان تھا : عابد سہیل

قومی آواز یعنی قومی (وادبی) آواز : قیصر تمکین

قومی آواز صحافت کی یونیورسٹی تھا : قطب اللہ

☆باب سوم: قومی آواز ممبئی، پٹنہ اور سری نگر ایڈیشن

ممبئی کی صحافت میں

قومی آواز ایک نیا تجربہ تھا : سعید حمید

پٹنہ ایڈیشن کی چند باتیں چند یادیں : ریحان غنی

سری نگر ایڈیشن سے صحافت میں

صحت مند تبدیلی آئی : موہن چراغی

☆باب چہارم: قومی آواز کے کچھ مدیر و صحافی

حیات اللہ انصاری

عشرت علی صدیقی

محمد عثمان غنی ہاشمی

عالم نقوی

موہن چراغی

نور جہاں ثروت

ظفر زاہدی

محمد سلیمان صابر

حسین امین

محمد کاظم

☆پس نوشت: قومی آواز ویب سائٹ

☆☆☆

حرفِ اول

چند ماہ قبل کی بات ہے۔ میں روز نامہ قومی آواز سے متعلق اپنی یادیں قلمبند کر رہا تھا۔ بات پندرہ بیس صفحات تک پھیل گئی۔ دل میں خیال آیا کہ اگر اس میں مزید تفصیلات شامل کی جائیں تو ایک کتابچہ تیار ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کو تھوڑا اور پھیلایا۔ اس طرح تیس چالیس صفحات کا مضمون ہو گیا۔ پھر ایک خیال آیا کہ کیوں نہ قومی آواز اخبار پر ایک کتاب تصنیف کی جائے۔ سب سے پہلے قومی آواز کا اجرا لکھنؤ میں ہوا تھا۔ اس کے بعد دہلی، پٹنہ، ممبئی اور سرینگر سے بھی اس کے ایڈیشنوں کا اجرا ہوا۔ سب سے زیادہ عمر لکھنؤ ایڈیشن کو ملی۔ اس کے بعد دہلی ایڈیشن کو۔ پھر پٹنہ، ممبئی اور سرینگر ایڈیشنوں کو۔ میں نے دہلی، لکھنؤ، پٹنہ اور ممبئی میں قومی آواز سے وابستہ اور بعض دوسرے صحافیوں اور قلمکاروں سے استفسار کیا کہ کیا کسی نے قومی آواز پر کوئی کتاب تصنیف یا تالیف کی ہے۔ جواب نفی میں ملا۔ حالانکہ آزادی کے بعد اردو صحافت کو معیار عطا کرنے اور اس کو نئی بلندیوں پر پہنچانے میں قومی آواز کا اہم کردار رہا ہے۔ البتہ قومی آواز لکھنؤ سے وابستہ صحافی سید عبد النافع نے لکھنؤ کے صحافیوں پر ایک کتاب تصنیف کی تھی جس میں قومی آواز کے بعض صحافیوں پر بھی مضامین ہیں۔ قومی آواز لکھنؤ سے وابستہ صحافی و ادیب عابد سہیل نے اپنی خودنوشت ''جو یاد رہا'' میں قومی آواز پر قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ اس کے علاوہ قومی آواز سے وابستہ ایک اور صحافی اور ادیب قیصر تمکین نے اپنی خودنوشت ''خبر گیر'' میں قومی آواز پر ایک مضمون قلمبند کیا ہے۔ اس کے علاوہ لکھنؤ کے سرکاری ادبی رسالے ''نیا دور'' نے اردو صحافت نمبر شائع کیا تھا جس میں قومی آواز پر دو مضامین شامل ہیں۔

میں نے قومی آواز دہلی میں تیرہ سال کام کیا تھا۔ اس کی اشاعت بند ہونے تک میں اس سے وابستہ رہا۔ قومی آواز سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ بلکہ روز نامہ صحافت کیا ہوتی ہے یہ مجھے قومی آواز نے سکھایا۔ لہٰذا میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں ہی قومی آواز پر ایک کتاب تصنیف کروں۔ میں

نے قومی آواز لکھنؤ ایڈیشن سے متعلق مضامین اکٹھا کیے اور پٹنہ اور ممبئی ایڈیشنوں پر علی الترتیب پٹنہ کے سینئر صحافی ریحان غنی صاحب اور ممبئی کے سینئر صحافی سعید حمید صاحب سے درخواست کی کہ وہ وہاں کے ایڈیشن پر کم از کم ایک ایک مضمون قلمبند کر دیں۔ دونوں حضرات نے اپنی یادوں پر مشتمل ایک ایک مضمون قلمبند کر کے ارسال کر دیا۔ ریحان غنی اس وقت روزنامہ پندار پٹنہ کے ایڈیٹر ہیں جبکہ سعید حمید ممبئی اردو نیوز سے وابستہ ہیں۔ میں ان دونوں حضرات کا صمیم قلب سے شکرگزار ہوں۔

میں نے اس کتاب میں جہاں قومی آواز میں اپنے تجربات کو تفصیل سے بیان کیا ہے وہیں ادارت، کتابت، پروف ریڈنگ اور پیسٹنگ کے شعبوں سے وابستہ احباب کا بھی ذکر کیا ہے۔ ممکن ہے کہ کچھ لوگوں کے نام چھوٹ گئے ہوں۔ اس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں۔ میں نے اس کتاب کو خشک بنانے کے بجائے دلچسپ بنانے کی کوشش کی ہے۔ قومی آواز دہلی کا دفتر رہا ہو یا لکھنؤ کا، وہاں دفتریت کبھی غالب نہیں رہی۔ نہ کوئی افسر تھا نہ کوئی ماتحت۔ سب ایک دوسرے کے دوست تھے اور کم از کم دہلی کے بارے میں میں کہہ سکتا ہوں کہ ویسا دفتر دنیا میں کہیں نہیں ملے گا۔ لوگ کھیلتے کودتے اخبار تیار کر دیتے۔ مزید براں یہ کہ قومی آواز کے آخری دنوں میں بھی اس سے بہت اچھے صحافی وابستہ رہے ہیں۔ میری یہ کاوش قومی آواز اور اس کے صحافیوں اور کارکنوں کو خراج تحسین ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے دوران قومی آواز کے بہت سے احباب نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ خاص طور پر شاہد پرویز، سید اجمل حسین، جلال الدین اسلم، عبد الحیٔ خرم قیومی، خلیق اعظمی، مولانا رحمت اللہ فاروقی اور مولانا خورشید انور صاحبان نے پرخلوص مشورے دیے۔ اسلم صاحب نے ایک مضمون بھی قلمبند کیا۔ میں ان تمام حضرات کا شکرگزار ہوں۔ میری ایک ادنیٰ درخواست پر ماہر اسلامیات اور میرے دیرینہ کرم فرما پروفیسر اختر الواسع نے اس کا مقدمہ تحریر کیا۔ میں اس کے لیے ان کا بے حد ممنون ہوں۔ میں ڈاکٹر سہیل وحید اور پروفیسر صفدر امام قادری کا بھی ممنون ہوں کہ انھوں نے مضمون کے ساتھ ساتھ نیک مشوروں سے بھی نوازا۔ امید ہے کہ میری یہ کاوش قارئین کو پسند آئے گی۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اس میں اگر کوئی کمی یا خامی نظر آئے تو اس کی نشاندہی کریں تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کی جا سکے۔ میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ اس کاوش کو قبول فرمائے۔

پیش لفظ

قومی آواز کی صحافت

میں نے شعور سنبھالنے کے بعد پہلے پہل جس اردو روزنامہ کا نام سنا یا جو پڑھنے کو ملا وہ قومی آواز تھا۔ ہمارے گھر اردو کے متعدد اخبارات اور رسائل و جرائد آتے تھے۔ ان میں لکھنؤ کا روزنامہ قومی آواز بھی تھا۔ ہمارے علاقے میں دور دور تک اخباروں کی کہیں کوئی ایجنسی نہیں تھی۔ غالباً 1970 کے آس پاس ہمارے وطن لوہرسن بازار، کرنجوت، ضلع بستی (موجودہ سنت کبیر نگر، اتر پردیش) سے دس کلومیٹر دور قصبہ مہنداول میں پان کی دکان کرنے والے ایک شخص نند لال باری نے کچھ اخبارات منگانے شروع کیے جن میں قومی آواز بھی شامل تھا۔ ان دنوں نہ تو زیادہ آمد ورفت ہوتی اور نہ ہی آمد ورفت کے زیادہ ذرائع تھے۔ تاہم جب بھی ہمارے گاؤں کا کوئی شخص مہنداول جاتا تو ہمارے والد اس سے قومی آواز ضرور منگاتے۔ ایک عرصے کے بعد جب محکمۂ صحت میں ملازم ہمارے گاؤں کے انور علی انصاری کا، جو کہ ایل ٹی یعنی لیب ٹیکنیشین تھے، مہنداول تبادلہ ہوا اور وہ یومیہ آمد ورفت کرنے لگے تو قومی آواز اخبار لانے کی ذمہ داری ان کے اوپر ڈال دی گئی۔ وہ رات میں آٹھ نو بجے گاؤں واپس آتے اور پھر ہم لوگ قومی آواز کا مطالعہ کرتے۔

کچھ برسوں کے بعد جب ہم لوگوں کا داخلہ مہنداول کے جگد گرو شنکر آچاریہ انٹر کالج میں ہوا تو اخبار لانے کی ذمہ داری ہم لوگوں کی ہو گئی۔ کچھ دنوں کے بعد نند لال نے مہنداول کے روڈویز بس اسٹینڈ پر ایک لکڑی کا کھوکھا رکھ کر اس میں اخبارات و رسائل کی ایجنسی قائم کر لی۔ اس کے بعد ان سے ملاقاتوں کا بھی سلسلہ بڑھ گیا اور رسائل و جرائد کے مطالعے کا بھی۔ ہم لوگوں کی فرمائش پر انھوں نے اپنی دکان میں اردو کے کئی اخبارات و رسائل کا اضافہ بھی کیا۔ اس تفصیل کو پیش کرنے کا مقصد یہ بتانا تھا کہ روزنامہ قومی آواز سے میرا پرانا رشتہ رہا اور یہ اخبار ہم لوگوں کا